مختار صدیقی کا غیر مطبوعہ کلام

صابرہ شاہین

Mukhtar Siddiquee is one of the poets of Halqa e Arbabe Zouq. He belongs to the poets who could'nt concentrates over the publishing of their poetry. That is why his many pieces of art remained hand written. The following article points out his poetry that is not found is his publications.

اردو ادب میں مختار صدیقی کی نظم اس کے شاعرانہ کمال کی ضامن قرار پاتی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اس نے غزل بھی کہی اور ڈھب سے کہی۔ مختار صدیقی کا سرمایۂ غزل کم مگر کمیت و کیفیت کے اعتبار سے بھرپور اور وضاحتِ تکمیل کا مظہر ہے۔ مختار صدیقی کے دو شعری مجموعے ''منزلِ شب'' اور ''سی حرفی'' ان کی زندگی میں ہی چھپ کر منظرِ عام پر آ چکے تھے۔ ان کی وفات کے بعد ہارون مختار (بیٹا) نے ان کی باقی ماندہ کلام کو ''آثار'' کے نام سے ۱۹۸۸ء میں شائع کر دیا۔ اس لیے اس بات کا امکان کم رہ جاتا ہے کہ مختار صدیقی کی شاعری کا کچھ حصہ اب بھی غیر مطبوعہ رہ گیا ہوگا۔ لیکن تحقیق سچائی تک پہنچنے کے لیے مسلسل تدریسی جستجو کا عمل ہے۔ اس عمل کو جاری رکھتے ہوئے جب ہم نے ہارون مختار (بیٹا) سے مختار صدیقی کی شعری و؟؟ تحریروں کی بابت معلومات حاصل کرنا چاہیں تو انھوں نے بخوشی مختار صدیقی کے ذاتی کاغذات کی اک بھاری بھرکم گٹھڑی ہمارے سپرد کر دی۔

ہم نے جب مختار صدیقی کے مسودات کی جانچ پرکھ کا کام شروع کیا تو کئی گوہر نایاب حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ ان مسودات میں مختار صدیقی کی کئی ایسی شعری و نثری تحریریں موجود تھیں جو غیر مطبوعہ کی ذیل میں آتی ہیں۔

مختار صدیقی کی نظموں سے صرفِ نظر کرتے ہوئے کہ وہ تعداد میں زیادہ ہیں ہم اپنے موضوع کو صرف غزلیات تک محدود رکھیں گے۔ ہماری اس وقت تک کی تلاش و جستجو کا ثمر چار غزلیں ہیں۔ یہ غزلیات مختار صدیقی کے ذاتی کاغذات کے بنڈل میں الگ جوڑ کر رکھی ہوئی تھیں۔ غزلیات کے اس مسودے میں پہلے صفحے پر ایک فہرست جو ہارون مختار (بیٹا) کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے وہ بھی موجود ہے۔

اس فہرست پر سرنامے کے طور پر یہ جملہ درج ہے۔

''وہ مواد جو فاروق صاحب کو کینیڈا روانہ کیا گیا''

ہارون صاحب سے جب ہم نے اس فہرست کی بابت دریافت کیا تو انھوں نے تصدیق کی کہ یہ فہرست خود ان کی تیار کردہ ہے۔ فاروق صاحب کے حوالے سے انھوں نے بتایا کہ وہ ن۔م۔راشد کے داماد تھے۔ میں نے ان کو والد صاحب کا کلام مع فہرست کینڈا روانہ کیا تھا تا کہ وہاں یہ کلام کسی اچھے ادارے کے ذریعے شائع ہو جائے مگر وہاں سے مختار صدیقی کا یہ کلام شائع نہ ہو سکا حیران کن امر یہ ہے کہ ہارون مختار نے جس نگارشات کی فہرست اتنی جانفشانی سے تیار کی تھی اور مواد کو ایک جگہ جمع کر رکھا تھا اس مواد میں سے غزلوں کی اتنی بڑی تعداد مختار صدیقی کے آخری مجموعے ''آثار'' میں شامل ہونے سے رہ گئی۔ مگر کیوں؟ اس کیوں کا جواب ہارون مختار آج بھی نہیں دے پا رہے ہیں۔[1]

فہرست میں درج ذیل بالا سرنامے کے بعد پندرہ نظموں کے مصرعے نمبر وار درج کیے گئے ہیں۔ یہ پندرہ نظمیں ''آثار'' میں شامل ہیں۔ لیکن اسی فہرست میں مندرجہ سولھویں نمبر پر آنے والی ایک غزل 'بلہ اے گروہ نوا گر اس میرے ملک سے بھی وفا کرو' نہ تو مختار صدیقی کے کسی مجموعہ کلام میں شامل ہے اور نہ ہی کاغذات کے اس بنڈل میں نظر آئی جو اس وقت ہمارے پاس محفوظ ہے البتہ اگلی چار غزلیں جن کے مصرعے اس غزل کے مصرعے کے بعد سترہویں نمبر سے بیس نمبر تک (۱۷ تا ۲۰) درج ہیں وہ غزلیں اس مسودے میں موجود ہیں۔ مگر انھیں ''آثار'' میں شامل نہیں کیا گیا ذیل میں ہم ان غزلیات کی فہرست اور متن پیش کرتے ہیں۔

۱۔ یہاں فکر و فن کی بساط پر کئی مہرہ ہائے دیا چلے
اشعار (٦) غیر مطبوعہ

۲۔ امتحاں گاہوں میں اترے انھیں آرے ملے
اشعار (٦) غیر مطبوعہ

۳۔ یہ ایک رت جہاں میں اگر جاوداں نہ تھی
اشعار (۵) غیر مطبوعہ

۴۔ وہ دن بھی کبھی آئے گا جس دن، میرے منہ کا کیا ہوگا
اشعار (٦) غیر مطبوعہ

اگلے صفحات میں مختار صدیقی کی غیر مطبوعہ غزلیات کا متن پیش کیا جا رہا ہے

غزل

یہاں فکر و فن کی بساط پر کئی مہرہ ہائے دیا چلے
یہ بساط ہی میں الٹ نہ دوں کہ نہ پھر یہ کار خطا چلے

یہ گھٹن کہ اب تو کھلی فضا میں بھی ہر کسی کا ہے دم خفا
یہ گھن کہ دن کی چمن میں بھی کسی دن کا کچھ نہ پتا چلے

مرے باغ پر کسی سامری نے عجیب کہر سی ہے تان دی
نہ خزاں کا ہے کوئی قاعدہ نہ اصول نشو و نما چلے

ق

کبھی آ نسیم سحر کے ساتھ تو ایک پھول دکھاؤں میں!!
وہ جو شب کا آخری اشک ہے کہ جو اوس کو بھی رلا چلے

رہی بات والوں کو آرزو کہ کوئی تو ان کی بھی سن سکے!!
ہے سماعتوں کو یہ جستجو، کوئی بول ان سے ہی آ ملے

تیرا نازتیرا معاملہ، میرا غم زمان کا سلسلہ
رہ مشترک یہ جدا جدا نیا قافلہ یہ چلا چلے

غزل

امتحان گاہوں میں جو اترے انھیں آرے ملے
بچ کے جو بھاگے تو بھی درد کے مارے ملے

دھوپ کا عادی ہے یہ صحرا مگر قصہ یہ ہے
آس کی اندی گھٹا سں اس کو انگارے ملے

ساحلوں کی ریت میں بھی کچھ چمک ہوتی تو ہے
اور ہمیں اپنے سرابوں سے بھی لشکارے ملے

آپ کی آنکھیں بنیں جن راستوں کی مشعلیں
ان پہ صدیوں سے ہمیں ثابت بھی سیارے ملے!

ربط کے بھی مختلف پہلو روا رکھتے ہیں لوگ
ہم گگن کی گھاٹیوں میں کس لیے سارے ملے

شام کے سنسان بن میں چاند بھی آتا نہ تھا
اپنی پلکوں پر بھی ہم کو ڈوبتے تارے ملے

غزل

ہر ایک رت جہاں میں اگر جاوداں نہ تھی!
پھر وہ بہار کیوں تھی، جو مثل خزاں نہ تھی!

اب کچھ عجیب حال، دل مبتلا کا ہے
وابستہ اس سے جیسے، کوئی داستاں نہ تھی!

اب شکر التفات، بہانہ سزا کا ہے
وہ دن گئے کہ تم پہ شکایت گراں نہ تھی

دیکھا تو ہوگا، جو اہل وفا کا ہے
وہ لب سیے ہوئے تھے کہ جن پر فغاں نہ تھی

اے رہرواں یہ فیض اس نقش پا کا ہے
یہ خاک بھی نہیں تھی اگر آسماں نہ تھی!

غزل

دن وہ بھی کبھی آئے گا جس دن، میرے منہ کا کہا ہوگا
میرا بھی کبھی کچھ تو بنے گا، جیسے سب کا بھلا ہوگا!

میری زیست کے ہر اک رخ پر دھول بچی ترے قدموں کی
راہ گذر تیری خود بن جائے، اتنا کون چلا ہوگا

دھوپ کا آنگن ہر سو پھیلا، سایہ چاہیے، ڈھونڈوں خود
پردۂ یاس میں کچھ بھی نہ نکلا، آس کی اوٹ بھی کیا ہوگا

کان تری آواز کے دامن، آنکھیں ظرف تجلّی ہیں
آئینہ ترا مجھ ایسا کہاں ہے جس سے عکس جدا ہوگا!

نقش گری تری یاد کی دیکھی، انہی شاموں راتوں پر
دستۂ گل وہ دن ہیں جنہوں نے تیرا طواف کیا ہوگا

عقل سحر کل اذن سے تیرے میرے در پر آئی تھی
تیری آنکھیں سامنے آئیں پھر کسے ہوش رہا ہوگا!